PARENTS THE BLESSING OF ALLAH IN THE LIGHT OF QURAN & HADITH

والدین اللہ کی رحمت قرآن وحدیث کی روشنی میں

Aijaz Ali Sodhar, Islamic Culture, University of Sindh.
Zainul Abdin Sodhar, Institute of Languages, University of Sindh.

ABSTRACT: *There is an important role of parents in the birth of a human being. Parents are the biggest protector and upbringing of all human life, from birth to upbringing. Parents make great sacrifices for their children. They sacrifice their desires for the sake of their children. They put their lives at stake to fulfill the expectations and wishes of the children Their world and the entire universe are their offspring. They are the greatest benefactors of their children but in today's society our young generation has forgotten these benefactions. Today's generation does not get interest in the serve of parents. Children should also be supportive when they need support and serve them wholeheartedly when they need service. Children should also think that tomorrow is the time to come to them and they will spend the same thing on their parents today. Allah has commanded this in His Qur'an. The Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) has encouraged it in many hadiths. He is commanded to do well and to avoid disobedience. Parental rights are discussed in this article. Its arguments are given from the Holy Quran and Hadiths.*

KEYWORDS: *Parents, Rights, Protector, Upbringing, Disobedience, Service.*

اللہ رب العزت نے انسان کو احسن تقویم پر پیدا فرمایا۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا : لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝[1]

ترجمہ : ''بیشک ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا''۔

انسان کو زندگی گزارنے کے لئے ایک قانون کے تحت راستہ مقرر کر کے دیا۔ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو وہ اتنا کمزور اور بے بس ہوتا ہے کہ اس کا زندہ رہ جانا بھی مشکل ترین کام ہوتا ہے۔ اس وقت انسان کے اپنے ہاتھ اور پاؤں تک اپنے کسی کام نہیں آتے، نہ ہی اس کو کوئی عقل اور شعور ہوتی ہے اور نہ ہی برے بھلے یا نفع یا نقصان کی کوئی تمیز ہوتی ہے۔ اس صورت میں انسان کو محافظ کی ضرورت ہوتی ہے، جو اس کو کھلا پلا سکے، گرمی سردی سے بچا سکے اور اس کی دیکھ بھال کر سکے۔ اس طرح اس کو پالنے کے سارے مراحل سے گذرنے کے لیے تحفظ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تحفظ مہیا کرنے والے اس انسان کے اپنے ہی ہوتے ہیں۔ اس انسان کی ہر طرح سے حفاظت کرنے والے اس کے باپ اور ماں ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کے لئے سعی کرتے رہتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ماں باپ کے دل میں نومولود کے لیے بے تحاشا محبت ڈال دی ہے۔ اللہ رب العزت نے بچے اور اس کے والدین کے مابین جو لازوال محبت کا جذبہ ڈال دیا ہے وہ جذبہ ایسا ہے جو والدین کو کسی بھی قربانی دینے پر دل کی خوشی سے آمادہ کر دیتا ہے۔ جیسے ہی انسان ماں کے پیٹ میں آجاتا ہے تو اس کی آمد کی تیاریاں بڑے جوش اور خوشی سے کی جاتی ہیں۔ ماں باپ اپنے خوابوں اور چاہتوں کو قربان کر کے سب کچھ اس نومولود کے لئے وار دیتے ہیں۔

یہ ایک فطری چیز اللہ رب العزت نے ہر انسان کے اندر رکھ دی ہے تاکہ آنے والے ضعیف انسان کی حفاظت اور ضروریات کو خوشی سے پورا کیا جاسکے۔ جیسے جیسے بچہ پیدا ہونے کے قریب آتا جاتا ہے تو ماں کی تکالیف بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ماں کے لیے اٹھنے بیٹھنے کے ساتھ چلنا پھرنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ جب پیدا ہونے کا وقت آجاتا ہے تو اس سے پہلے اللہ خالق کی طرف سے ماں کی چھاتی میں اس آنے والے انسان کا رزق پہنچا دیا جاتا ہے۔ ماں دس ماہ اس بچے کو پیٹ میں لے کر تکالیف سے بھرا وقت گذار لیتی ہے۔ جب انسان پیدا ہونے لگتا ہے تو ماں پر درد کا شدید حملہ ہوتا ہے۔ یہ وہ تکلیف ہے جس کا اندازہ صرف ایک ماں ہی کر سکتی ہے۔ اتنی تکلیف سے گذرنے کے بعد جب انسان کی پیدائش ہو جاتی ہے تو ماں بڑی خوشی سے اس نئے انسان کو دیکھتی اور بار بار چومنے لگتی ہے۔ اس وقت ماں دیوانہ وار اپنے اس نئے آئے ہوئے بچے کو چاہتی ہے۔ ساتھ میں اپنے سینے سے لگا کر اپنی چھاتی سے پلانے لگتی ہے۔ اب ماں ہر وقت اس بچے کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ بچہ تو خود کچھ بھی کرنے کی حالت میں نہیں ہوتا، صرف رونا ہی اس کا کام ہوتا ہے۔ جیسے ہی رونے لگتا ہے تو ماں تڑپ جاتی ہے اور جلدی سے اس کو اٹھا کر اپنی چھاتی سے لگا لیتی ہے۔ باپ بھی اس نئے انسان کے لئے کما کر لانے، کھلانے کا بندوبست کرنے، گرمی اور سردی سے بچانے کے ساتھ ساتھ زندگی کی دوسری ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے۔ جیسے ہی بچہ پیدا ہوتا ہے تو ماں باپ کی اپنی ساری خواہشیں تقریباً ختم ہو جاتی ہیں۔ اب اس بچے کے لیے ہی سوچتے ہیں۔ اس کو ہر سہولت دینا چاہتے ہیں۔ خود کو بھوکا رکھ کر بھی اس کو کھلانے کی فکر ہوتی ہے۔ خود جیسا تیسا کھالیں گے، جیسا تیسا پہن لیں گے مگر بچے کے لئے جتنا اچھا کرنا ان کے بس میں ہو سکتا ہے کرتے ہیں۔

بچہ جیسے جیسے بڑا ہوتا ہے تو اس کی ضروریات بھی بڑھتی رہتی ہیں۔ اس کی حفاظت کا بھی زیادہ خیال کیا جاتا ہے۔ اس کے اخراجات بھی کچھ بڑھنے لگتے ہیں۔ یہ سارا کچھ والدین خوشی خوشی برداشت کرتے رہتے ہیں۔ یہ بچہ جب جوان ہوتا ہے تو اس کی حالت ہی بدل جاتی ہے۔ جوانی جنون کا ایک حصہ ہوتی ہے۔ اس عمر میں انسان کسی نہ کسی کام میں لگ جاتا ہے۔ ماں باپ کو اس وقت بھی اپنے بچے کی فکر لگی رہتی ہے کہ کہیں جوانی کے جنون میں غلط کاموں میں نہ پڑ جائے۔ اب بچہ باہر کے ماحول میں گھل مل جاتا ہے۔ اپنی صلاحیتیں استعمال کرنے لگتا ہے۔ اگر اس کو صحیح ماحول مل گیا تو وہ اپنی صلاحیتوں کو خیر کے کاموں میں لگا دیتا ہے[2] اور اگر صحیح ماحول نہ ملا تو اس کی صلاحیتیں بری چیزوں پر خرچ ہو جاتی ہیں۔ ماں باپ اپنے اس بچے کو سمجھانے کی بڑی کوشش کرتے ہیں، مگر وہ جوانی کے جنون میں ماں باپ کی کوئی بات خاطر میں نہیں لاتا۔ وہ خود کو ہر طرح سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جوانی کے جنون میں اپنے ان محافظوں اور محسنوں کو پاگل سمجھنے لگتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میرے ماں باپ کی عقل اتنی نہیں جتنی میری ہے۔ وہ خواہ مخواہ مجھے روکتے اور ٹوکتے ہیں۔ انسان کی زندگی کی تعمیر میں والدین کا کردار سب سے زیادہ اہم اور مؤثر ہوتا ہے۔[3]

حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ رب العزت کے پیغمبر تھے۔ ان کے بیٹے جوانی کے جوش میں تھے۔ وہ خوب اچھی طرح سے جانتے بھی تھے کہ ان کے والد اللہ تعالی کے نبی ہیں، مگر پھر بھی باپ کے بارے میں کہنے لگے: اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِ ۨ[4] ترجمہ:

بیشک ہمارا باپ بے راہ روی کا شکار ہو گیا ہے ۔

جوانی میں انسان کے اندر کافی جوش ہوتا ہے۔اس کے سارے اعضاء خوب طاقت اور مستی میں ہوتے ہیں۔جذبات کا مادہ بھی کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ عقل میں خود کو کامل سمجھنے لگتا ہے۔ہر کام کرنے کی اپنے اندر طاقت سمجھتا ہے۔اس طرح اس کی جوانی اس کو کامل سمجھنے پر مجبور کرتی ہے۔ماں باپ اس کی تعلیم کا خرچہ برداشت کرتے رہتے ہیں۔کہاں سے لاتے ہیں؟ کیسے لاتے ہیں؟اس سے اس کو کوئی سروکار نہیں ہوتا۔بس اس کی ضروریات پوری کی جاتی ہیں تو وہ اس طرف کوئی توجہ دینا نہیں چاہتا۔ پھر اس کی شادی کرائی جاتی ہے۔وہ اپنے کام اور شادی شدہ زندگی میں مصروف ہو جاتا ہے تو ماں باپ اس وقت کمزوری کی طرف بڑھ چکے ہوتے ہیں۔اب یہ جوان کمانے لگتا ہے۔دنیاداری میں مصروف رہنے لگتا ہے۔کمانے کی فکر اور اپنی بیوی بچوں کی فکر میں ماں باپ کو بھولنے لگتا ہے۔ماں باپ اس اولاد کی توجہ کے محتاج ہونے لگتے ہیں۔ان کو اب سہارے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔اولاد تو اپنی اولاد میں اور دنیاداری میں مصروف رہنے کی وجہ سے اپنے والدین سے کٹ جاتی ہے۔والدین بڑھاپے کو پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ان کو سہارا چاہئے ہوتا ہے۔اولاد اپنی اولاد اور دنیا کے فرائض یاد رکھتی ہے مگر والدین کے فرائض بھول جاتی ہے۔اکثر یہی ہوتا ہے کہ رسمی طور پر ماں باپ کو وقت اور خرچہ دیا جاتا ہے مگر ان کے احسانات کو بھلا دیا جاتا ہے۔اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں حکم فرمایا ہے:

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا (۲۳) وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا ؕ(۲۴)[5]

ترجمہ:''اور تمہارے رب نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو اور اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اگر تمہارے والدین میں سے کوئی بھی ایک یا دونوں ہی تمہارے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہو اور نہ ہی کبھی ان کو جھڑکنا بلکہ ان کے ساتھ باعزت طریقے سے بات کیا کرو اور اپنے والدین کے ساتھ محبت کا سلوک کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے آپ کو عجز وانکساری کے ساتھ جھکاؤ اور یہ دعا کیا کرو کہ اے میرے رب! جیسے انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے، آپ بھی ان کے ساتھ اپنی رحمت کا ویسا ہی معاملہ کیجیے''۔

اللہ رب العزت پوری کائنات کا خالق ومالک ہے تو اس کی عبادت میں کسی اور کو شریک کرنا یہ احسان فراموشی بھی ہے تو اپنے مالک سے ایک قسم کی غداری بھی ہے، تو اس مالک کی عبادت تو ہر حال میں ہم سب پر فرض ہے۔انسان کو اس دنیا میں وجود بخشنے، پالنے، حفاظت کرنے اور ساری ضروریات کو پورا کرنے میں ذریعہ ماں باپ ہی ہوتے ہیں اور انہوں نے اس کام کو ٹھیک طرح سے سرانجام دیتے ہوئے بہت سی تکالیف کا سامنا کیا ہوا ہوتا ہے، تو اللہ رب العزت نے اپنی عبادت کے بعد ان کے ساتھ اچھا سلوک اور احسان کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔اگر اللہ تعالی حکم نہ بھی فرماتے تو بھی یہ ہر انسان پر فرض ہوتا کہ اپنے والدین کے احسانات کے بدلے ان کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے جیسا انہوں نے کیا ہے۔ماں باپ چاہے جوان ہوں چاہے بوڑھے ہو گئے ہوں، ہر صورت میں ان کے ساتھ

احسان والا معاملہ کرنا فرض ہے۔ بڑھاپے کو خاص کرنے کی وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ اکثر انسان جوانی کو پہنچتے اور جب خود کمانے کے لائق بن جاتے ہیں اور کمانے لگتے ہیں تو ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں، مگر جب ان کی شادی ہو جاتی ہے اور اپنی اولاد ہو جاتی ہے تو اس وقت تک ماں باپ کی عمر بڑھاپے کو پہنچ چکی ہوتی ہے اور وہ کمزور ہونے لگتے ہیں، تو جوانی کے مقابلے میں ماں باپ کو بڑھاپے میں سہارے اور حسن سلوک کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ اس وجہ سے بڑھاپے کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ والدین کا سایہ شفقت اللہ رب العزت کی طرف سے ایک گراں بہا نعمت ہے۔ بچے کے لئے حفاظت، رہائش، زیبائش، کھلانے پلانے اور پالنے کی ساری ذمہ داری ایک طرف اور ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت سے جو راحت اور سکون ملتا ہے وہ ایک طرف۔ والدین کا سایہ انسان کی پرورش کو احاطے میں نہ لیے ہوئے ہو تو صحرائے حیات کے اندر انسان کی نوخیز کونپل زمانے کے حوادثات کے ہاتھوں شکار ہو کر بکھر جائے گی۔

والدین کے ساتھ سلوک کی وہ صورتیں جو نافرمانی میں شمار ہوتی ہیں

1۔ والدین نے کو غصے سے دیکھنا، جھڑکنا، آنکھیں دکھانا یا تیز نگاہ سے دیکھنا۔

2۔ والدین کو ان کے نام لے کر پکارنا۔

3۔ والدین کے خلاف کوئی مقدمہ وغیرہ درج کرنا۔

4۔ والدین کو غم پہنچانا، ان کو پریشان کرنا، ان کو رولانا۔

5۔ بنا کسی ضرورت کے اپنے والد کے آگے چلنا وغیرہ جیسے اعمال والدین کی بے ادبی اور نافرمانی میں شمار ہوتے ہیں۔

والدین کے حقوق قرآن مجید اور احادیث رسول کی روشنی میں

علماء کرام نے والدین کے حقوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

حیات کے دوران حقوق

1۔ والدین کو کھانا اور لباس مہیا کرنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا۔

2۔ والدین کا ادب و احترام کرنا۔ باادب اور شائستہ زبان سے پیش آنا۔ ان کو دل سے عزت دینا۔

3۔ والدین سے محبت کرنا۔ کیوں کہ وہ خود بے تحاشہ محبت کرنے والے ہوتے ہیں تو بدلے میں ان سے محبت کی جائے۔

4۔ والدین کی نافرمانی سے بچنا۔ جب بھی والدین کسی جائز بات کا حکم کریں تو اس میں ان کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیئے۔

5۔ والدین کی خدمت کرنا۔ والدین نے ساری زندگی پالا اور سنبھالا تو ان کی خدمت کرنا فرض بن جاتا ہے۔

6۔ والدین کو حتی الامکان سکون و آرام پہنچانے کی کوشش کرنا۔ جتنا بھی بس میں ہو ان کے لئے سکوں مہیا کر کے دینا چاہیئے۔ ان کو دکھوں اور پریشانیوں سے محفوظ رکھا جائے۔

7۔ والدین کے ساتھ وقتاً فوقتاً ملاقات کرنا۔ ماں باپ کو اولاد سے بے تحاشہ محبت ہوتی ہے۔ ان کو اولاد کا وقت اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے کوشش کر کے ان سے ملاقات کی جائے۔ جتنا ہو سکے ان کو وقت دینا چاہیے، ان کے ساتھ رہا جائے۔

8۔ والدین کی جائز باتوں میں اطاعت کی جائے۔ جس بھی جائز بات کا حکم دیں، اس کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ ان کو خوش رکھنے کی کوشش کی جائے۔

9۔ باپ کے آگے بلاضرورت چلنا نہیں چاہیے تاکہ اس کو پیٹھ نہ ہو۔

10۔ والدین کے لیے بھی ہر وہ چیز پسند کی جائے جو چیز خود کو پسند ہو۔ جو آرام و سہولتیں خود کے لیے پسند ہوں والدین کے لیے بھی ان کو پسند کیا جائے۔

11۔ والدین کو نام لے کر ہر گز نہ پکارا جائے، بلکہ جو معاشرے میں معروف ہوتا ہے جیسے بابا، ابو، ابو جان، بابا جان، امی، امی جان وغیرہ سے پکارا جائے۔

وفات کے بعد حقوق

1۔ والدین کے لئے اللہ رب العزت سے مغفرت اور رحمت طلب کرنا۔ ان کی نجات اور بخشش کے لئے دعائیں مانگنا۔

2۔ والدین کے لئے ایصال ثواب کرنا، نیک اعمال کر کے ان کا ثواب والدین کو ہدیہ کرنا۔ جتنا ممکن ہو سکے تو ان کی آخرت کے لئے ذخیرہ کرنے کا بندوبست کرنا۔

3۔ والدین کے رشتیدار، احباب اور متعلقین سے ادب واحترام سے پیش آنا۔ ان کی حسب استطاعت مدد واعانت کرنا۔ ان کا دل خوش کرنا۔ ان کی خدمت کرنا۔

4۔ والدین کی طرف سے امانت یا قرض کو ادا کرنا اور ان کی طرف سے جائز وصیت پر عمل کرنا۔

5۔ والدین کی قبر پر وقتاً فوقتاً حاضر ہونا۔ ان کے لئے قبر میں نجات کی دعائیں مانگنا۔

جب اللہ رب العزت سے خود کے لئے دعائے مغفرت اور بخشش طلب کی جائے تو والدین کے لئے بھی ضرور مانگی جائے۔

اسلام نے افراط و تفریط سے پاک، صاف، متوازن اور متوسط طور طریقوں پر زندگی گذارنے کی تعلیم دی ہے۔ ایک پاکیزہ ماحول بنانے اور اس ماحول کو باقیوں کے لیے سازگار رکھنے کا حکم دیا ہے۔

انسان کی زندگی کی شروعات ہی والدین سے ہوتی ہے۔ ماں باپ ہی انسان کی آمد کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہ ہی قدرت کا قانون ہے۔ اسی قانون کے تحت یہ دنیا چل رہی ہے۔ اللہ رب العزت نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر حضرت آدم علیہ السلام سے ہی حضرت حوا کو پیدا فرمایا، پھر انہی (حضرت آدم اور حوا) سے باقی انسانوں کو پیدا فرمایا۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ۔[6]

ترجمہ: ''اے انسانو! اپنے رب سے ڈرو، اس رب سے جس نے تمہاری پیدائش کی شروعات ایک ہی جان سے کی، پھر اسی جان سے اس کا ایک جوڑا پیدا فرمایا، پھر ان دونوں میں سے کثرت سے مردوں اور عورتوں کو پیدا کر کے پھیلا دیا''۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم قرآن مجید کی روشنی میں

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے انسان کو زندگی گزارنے کے طور طریقے اور قانون بتائے ہیں۔ اپنی عبادت اور توحید کو واضح بیان فرمایا ہے۔ اکثر مقامات میں اپنی عبادت کے ساتھ والدین سے حسن سلوک کا حکم بھی فرمایا ہے۔

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ [7]

ترجمہ: ''اور تمہارے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ تم لوگ اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کیا کرو اور والدین سے حسن سلوک سے پیش آیا کرو''۔

وَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا۔[8]

ترجمہ: ''اور تم لوگ اللہ کی عبادت کیا کرو اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک مت ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو''۔

وَ وَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ ۚ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ وَہۡنًا عَلٰی وَہۡنٍ [9]

ترجمہ: ''اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا۔ جس کو اس کی ماں تکلیف پر تکلیف کی حالت میں اپنے پیٹ کے اندر اٹھا کر برداشت کرتی رہی''۔

جب بچے کی ولادت کا وقت ہوتا ہے تو ماں کے لئے یہ زندگی اور موت کی جنگ ہوتی ہے۔ یہ بڑا کٹھن مرحلہ ہوتا ہے۔ اس مرحلے سے جب وہ ماں خیر و عافیت کے ساتھ گذر جاتی ہے تو اس نومولود کی آمد پر اس کی زبان پر تشکر کے الفاظ اور چہرے پر خوشی عیاں نظر آتی ہے[10]۔ ولادت کی کٹھن تکالیف سے گذر جانے کے بعد ماں کی تکلیف اور اضطراب ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اب اس پر اس نومولود کی ہر طرح کی ذمہ داری کا بوجھ پڑ جاتا ہے۔ ماں کا دھیان ہر وقت اس ننھی سی جان میں ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہی مضطرب اور بے چین رہتی ہے۔

وضع حمل سے لے کر ولادت تک ماں اذیت، تکالیف، درد اور پریشانی کے عالم میں رہتی ہے۔ بچہ جب ماں کے پیٹ میں پل رہا ہوتا ہے اور وقت کے حساب سے بڑھ رہا ہوتا ہے تو ماں کے جسم کے اندر بھی بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ماں کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات جنم لیتے ہیں۔ کبھی سپنوں کی دنیا میں کھو جاتی ہے تو کبھی اس نومولود کی آمد سے سپنوں کے محلات کھڑے کر دیتی ہے، تو کبھی امیدوں کے پہاڑ سجا لیتی ہے، کبھی پریشان ہو جاتی ہے کہ پتہ نہیں 9 ماہ اس ننھی سی جان کو پیٹ میں سنبھال کر رکھنے کے بعد وہ صحیح و سالم بھی پیدا ہوگا یا نہیں، کیسا پیدا ہوگا؟ کس طرح کا ہوگا؟ یہ پورا عرصہ اسی پریشانی میں رہتی ہے۔ تھکن اور تکلیف کی وجہ سے کئی کئی راتیں جاگ کر گذار لیتی ہے۔ اپنے بچے کو پیٹ میں اٹھائے ہوئے تکالیف سے دوچار رہتی ہے۔ اللہ رب العزت نے اس بارے میں یوں فرمایا: حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ وَہۡنًا عَلٰی وَہۡنٍ [11] ترجمہ: ''اس کو اس کی ماں تکلیف پر تکلیف اٹھانے کی حالت میں (اپنے پیٹ

میں) برداشت کرتی رہتی ہے"۔ ماں اس عرصے کے دوران بار بار تکلیف و کرب سے دوچار ہوتی رہتی ہے۔ اپنے پیٹ میں پلنے والے بچے کی حفاظت کی ہر وقت فکر میں لگی رہتی ہے۔

پھر دو سال کا عرصہ اپنے سینے سے پلاتی ہے۔ وَّ فِصٰلُہٗ فِیۡ عَامَیۡنِ [12] ترجمہ: "اس کی دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہے"۔ اس کی ہر چیز کو سنبھال کر رکھتی ہے۔ اس کے آرام کا ہر سامان مہیا کرتی ہے۔ بڑا جذباتی کیفیت والا ماحول ہوتا ہے۔ نومولود بار بار جاگتا ہے روتا ہے اور ماں تڑپ اٹھتی ہے۔ اس نومولود کو سینے سے لگاتی ہے، پھر وہ سو جاتا ہے، پھر اس کو آرام سے لیٹا کر خود سونے کی کوشش کرتی ہے تو پھر سے جاگ جاتا ہے اور ماں کو اس کے لیے پھر سے اٹھنا پڑتا ہے۔ دن بھر کام کاج کی تھکی ماری ماں اپنا آرام اور سکون بھی اس ننھی سی جان کے لئے قربان کر دیتی ہے۔ قدرت نے ماں کو ممتا کے خزانے سے پر کیا ہوا ہوتا ہے۔ گرمی میں بھی اس کو تحفظ فراہم کرتی ہے تو سردیوں میں بھی اس کی حفاظت کرتی ہے۔ یہ نومولود جب ٹھٹھکتی ہوئی سردی میں پیشاب کر کے بستر گیلا کرتا ہے تو یہ ممتا سے ٹمٹماتی ماں جلدی سے اس کے کپڑے بدل کر اس کو خشک جگہ پر سلا دیتی ہے اور خود اس کی گیلی کردہ جگہ پر لیٹ جاتی ہے۔ بچے کی تھوڑی سی تکلیف پر بھی بے آرام ہو جاتی ہے۔ گر وہ نومولود بیمار ہو جائے تو پھر ماں راتوں کو جاگ کر کاٹتی اور بار بار واری جاتی ہے۔ ہر وقت اس کے لیے صحت کی دعا مانگتی رہتی ہے۔ بے قرار رہتی ہے۔ باپ سارا دن روزی روٹی کے چکر میں گھر سے باہر رہتا ہے۔ گھر والوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی لگن میں مصروف رہتا ہے، مگر وہ بھی اس نومولود کے لئے پریشان رہتا ہے۔ وہ بھی اس کے لیے مشقتیں اٹھاتا ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَ وَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ کُرۡہًا وَّ وَضَعَتۡہُ کُرۡہًا ؕ وَ حَمۡلُہٗ وَ فِصٰلُہٗ ثَلٰثُوۡنَ شَہۡرًا ؕ [13]

ترجمہ: "اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں تکلیف سے اٹھائے رکھا اور اس کو تکلیف کے ساتھ پیدا کیا اور اس کا پیٹ میں اٹھائے رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ پر مشتمل ہے"۔

یعنی حمل سے لے کر دودھ پلانے کا عرصہ جو کم از کم 30 ماہ ہوتا ہے، تو اس پورے عرصے میں ماں زیادہ تکالیف برداشت کرتی ہے۔ جس نے اتنا عرصہ تکالیف میں گذارا ہے تو اس کے بدلے میں ان کے احسانات کا نتیجہ کم سے کم اچھے سلوک کی صورت میں ہی تو ملنا چاہیے۔

والدین میں سے باپ ضروریات کا سامان مہیا کرنے والا ہوتا ہے، اس کے اکثر اوقات گھر سے باہر گذرتے ہیں۔ ماں کا سارا کا سارا وقت تقریباً گھر میں ہی گذرتا ہے اور نومولود بھی ماں کے پاس ہی رہتا ہے۔ اس کو زیادہ تر ماں کے ساتھ وقت گذارنے کی وجہ سے دلی لگاؤ بھی کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ باپ کے مقابلے میں ماں کی تکالیف کچھ زیادہ ہوتی ہیں تو اس وجہ سے قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ میں ماں کی عظمت اور احسن سلوک کو زیادہ بیان کیا گیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ باپ اس زمرے اور حکم میں نہیں آتا، بلکہ ماں کے ساتھ باپ بھی برابر شریک ہوتا ہے۔ ماں کی قربانیاں باپ کے مقابلے کچھ زیادہ ہوتی ہیں اور باپ کا اپنی اولاد پر ایک قسم کا رعب اور دبدبہ ہوتا

ہے۔اس وجہ سے انسان باپ کے رعب میں آجاتا ہے اور ماں اپنی ممتا کی وجہ سے بہت ہی نرم لہجہ استعمال کرتی ہے اور سب کچھ خاموشی سے برداشت کرلیتی ہے۔ باپ اپنی حشمت ودہشت کی وجہ سے اپنی خدمت کرواہی لیتا ہے مگر ماں بچاری ایسا نہیں کرسکتی جس کی وجہ سے ماں کی عظمت کو بار بار اور زیادہ بتایا گیا ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک احادیث کی روشنی میں

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں صاف صاف فرمادیا ہے کہ حقوق العباد میں سب سے پہلے والدین کے حقوق کو بجالایا جائے۔ والدین کی خدمت اور اطاعت کی جائے۔ انسان پر حقوق العباد میں جس بندے کا سب سے زیادہ حق ہوتا ہے، وہ اس انسان کی اپنی ماں ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب وہ بے حد ضعیف اور کمزور تھا، بلکل لاچار اور بے بس تھا، کچھ بھی کرنے کی حالت میں نہ تھا، کسی بھی چیز کی تمیز اس کو نہ تھی، تو اس وقت اس کا سب سے بڑا محافظ اور مددگار اللہ تعالی کے بعد اس کی ماں تھی تو اس کا حق سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے حدیث پاک میں ہے :عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ قَالَ أُمُّكَ ثُمَّ أُمُّكَ ثُمَّ أُمُّكَ ثُمَّ أَبُوكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ۔[14]

ترجمہ: ’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! لوگوں میں مجھ پر سب سے زیادہ کس کا شخص کا حق ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے پھر پوچھا کہ حضور! اس کے بعد کس کا حق ہے؟ آپ ﷺ نے پھر سے وہی جواب دیا، تیری ماں۔ اس صحابی نے تیسری مرتبہ عرض کیا کہ حضور! یہ ٹھیک ہے مگر اس کے بعد کس کا حق ہے؟ آقا ﷺ نے تیسری بار بھی وہی جواب دیا کہ تیری ماں کا حق سب سے زیادہ ہے۔ اس صحابی نے چوتھی بار وہی سوال پوچھا تو آقا ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد تیرے باپ کا حق ہے۔ پھر جو تمہارہ سب سے قریبی رشیدار ہو، پھر اس کے بعد جو زیادہ قریبی ہو‘‘۔

جب انسان کے اپنے والدین اس کی خدمت اور سہارے کے طلبگار بن جاتے ہیں تو اس وقت نفلی عبادت سے بھی بڑھ کر ماں باپ کی خدمت اور دیکھ بھال ہوتی ہے۔ اگر جہاد فرض عین نہ ہو اور والدین کی خدمت کرنے والا بھی کوئی اور نہ ہو تو اس وقت جہاد پر جانے سے بھی زیادہ اہم فرض ماں باپ کی خدمت کا بن جاتا ہے۔ اس بارے میں ہمارے آقا کا ارشاد ہمارے سامنے ہے۔

ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آقا میں جہاد کرنے کا متمنی ہوں مگر مجھے اس کی طاقت نہیں ہے۔ یہ سن کر آقا ﷺ نے فرمایا کہ: تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس پر صحابی نے عرض کیا کہ جی حضور! میری ماں زندہ ہے۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: فابل اللہ فی برھا فاذا فعلت ذالک فانت حاج و معتمر و مجاھد۔[15]

ترجمہ: ’’جاؤ! جاکر اپنی ماں کی خدمت کرتے ہوئے اللہ کی خدمت میں پیش ہو جاؤ۔ تم کو اس کے بدلے حج کا ثواب ملے گا اور عمرے کا

ثواب ملے گا اور جہاد کا بھی ثواب ملے گا"۔

صحابی کا سوال تو صرف جہاد کے متعلق تھا مگر حضور اکرم ﷺ نے تو حج، عمرہ اور جہاد کے ثواب کو حاصل کرنے کا ذریعہ ماں کی خدمت بتایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کا باپ یا ماں ضعیف ہو، کمزور ہو چکا ہو، عمر رسیدہ ہو چکا ہو یا بیمار ہو اور ان کی خدمت کرنے کے لئے کوئی اور نہ ہو تو حج، عمرہ اور جہاد پر جانے سے بہتر یہی ہے کہ اپنے والدین کی خدمت کرے۔

اس طرح ایک صحابی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں آپ کے ساتھ اللہ رب العزت کی راہ میں اللہ ہی کی رضا کی خاطر جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے مجھے اجازت دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے جواب دیا جی ہاں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جا اپنی ماں کی خدمت کر۔ صحابی نے سوچا کہ شاید میری بات کی طرف آپ نے توجہ نہیں فرمائی۔ اس لیے کئی بار یہی سوال دہرایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الزم رجليها فثم الجنة۔[16] ترجمہ: "جاؤ، جا کر ماں کے قدموں میں پڑ جاؤ، جنت مل جائے گی"۔

رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز تھے کہ اچانک سے آپ ﷺ نے با آواز بلند تین مرتبہ آمین کہا۔ سامنے قریب بیٹھے صحابہ کرام کے استفسار پر آپ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ ابھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور اس نے مجھے بتایا کہ جس نے رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ اپنی زندگی میں پایا اور اپنی بدبختی کی وجہ سے اس بابرکت مہینے کی سعادتوں اور برکتوں سے محروم رہا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر بخشوا نہ سکا۔ جس شخص نے اپنے والدین میں سے کسی ایک یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور وہ ان کی خدمت کرنے سے محروم رہا۔ ان کی دل آزاری کی اور ان کی تکلیف کا ذریعہ بنا، اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالی کی رحمت سے محروم ہو گیا اور جہنم میں چلا گیا۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ اسے اپنی رحمت سے دور رکھے۔ اس بات پر میں نے آمین کہا۔ تیسری بات جبرائیل نے یہ کہی کہ جس شخص کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ ﷺ کی ذات پر درود نہ پڑھا اور اپنی اس حالت میں مر گیا تو گویا وہ اللہ کی رحمت سے دور جہنم میں جا گرا۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس شخص نے اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کر کے خود کے لیے مغفرت اور بخشش کا سامان نہ کیا تو وہ اللہ کی رحمت سے محروم کر دیا گیا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہی بنا۔ ایسے شخص کی بدبختی اور بدنصیبی میں کیا شک باقی رہ گیا کہ جس نے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا یا کسی ایک کو بھی بڑھاپے کی حالت میں پا لیا اور ان کی خدمت کرنے کا نادر موقع ہ گنوا بیٹھا اور جنت اور بخشش حاصل نہ کر سکا۔[17]

ماں باپ کی نافرمانی، ان سے ناحق مطالبات کرنا بھی انسان پر حرام ہیں۔ ہر جائز کام میں فرمانبرداری کرنی چاہیے۔ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی بات میں ان کی اطاعت تو بہر حال کسی بھی صورت میں جائز نہیں پر جائز کاموں میں اطاعت لازمی ہے۔ اگر ماں باپ کسی ایسے کام کا حکم کریں جو انسان کو کرنا پسند نہ بھی ہو، تب بھی ان کی اطاعت کی جائے۔ صرف اس بات کا خیال ہو کے اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ کا کوئی حکم مخالفت میں نہ ہو یا شریعت کی نافرمانی نہ ہو رہی ہو[18]۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ

عنہما کے نکاح میں ایک عورت تھی۔ وہ ان سے محبت کرتے تھے، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ناپسند کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ اس کو طلاق دے دو، مگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایسا نہ کیا۔ اپنے والد کی بات نہ مانی۔ ایک دن اس بات کا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ عبداللہ تم کو اپنے والد کی بات ماننی چاہیے تھی ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، طَلِّقْ امْرَأَتَكَ[19] ۔ترجمہ: ''اے عبداللہ! تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو''۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ماں باپ کی اطاعت لازم ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے شادی کی۔ وہ نہایت خوبصورت اور اخلاق سے بھرپور عورت تھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اس محبت میں اپنی بیوی سے جدا ہونا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ اس محبت کی وجہ سے کئی جنگوں میں بھی شریک نہ ہو سکے۔ یہ غیر حاضری حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بری لگی، اس لیے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اپنی اس بیوی کو طلاق دے دو، تم اس کی وجہ سے جہاد سے محروم ہو رہے ہو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے باپ کی بات پر لبیک کہا۔ پھر اپنی بیوی کی جدائی میں درد بھرے اشعار پڑھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بیٹے کی زبان سے وہ درد بھرے اشعار سنے تو ان کا دل بھر آیا اور ان کو بھی دکھ ہوا۔ اپنے بیٹے کو حکم فرمایا کہ تم اپنی بیوی سے رجوع کر لو۔ اس کے بعد انہوں نے رجوع کیا اور اپنی بیوی کو واپس لے آئے۔[20]

احادیث مبارکہ کی روشنی میں جنت کو ماں کے قدموں میں بتایا گیا ہے۔ اولاد کی پرورش، غذا، لباس اور رہائش مطلب کے ہر ضرورت والدین ہی پوری کیا کرتے ہیں۔ اس کے جسم جو طاقت ور بن جاتے ہیں یا وہ قوت جو اس کو حاصل ہے، وہ ساری کی ساری اس کے والدین کی دَین ہے۔ یہ انہی محافظوں کی محنت و مشقت کا صلہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اب انسان اور انسان کا سارا مال ملکیت وغیرہ انہی کا ہے۔ بارگاہِ رسالت میں ایک شخص آیا اور آکر اپنے والد کی شکایت کی کہ اس کا والد اس کی دولت خرچ کر چکا ہے، وہ سب کچھ اپنی مرضی سے لیتا اور خرچ کرتا ہے۔ یہ سن کر آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا: أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ . ترجمہ: ''تو اور تیرا سب کچھ تیرے باپ کا ہے''۔

یعنی اولاد اور اس کی مکمل کمائی کے حقدار اس کے والدین ہیں۔ وہ بلا اجازت اپنی اولاد کے مال و دولت سے لے سکتے ہیں اور بلا اجازت ہر چیز اٹھا سکتے ہیں۔ اس بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: إِنَّ أَوْلَادَكُمْ مِنْ أَطْيَبِ كَسْبِكُمْ فَكُلُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ[21] ترجمہ: ''بیشک تمہاری اولاد تمہاری بہترین اور حلال کمائی ہے، لہذا تم اپنی اولاد کے مال سے کھاؤ''۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کی دولت اور مال میں اپنی ضرورت کے مطابق تصرف کر سکتا ہے۔ اس طرح اگر والدین اپنی اولاد کے مال سے جو بھی لیں تو اولاد ان سے واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس معاملے میں زبردستی کر سکتی ہے۔ ان کے ساتھ سخت کلامی بھی نہیں کر سکتی، کیونکہ ان کے احسانات ایسے ہیں جن کا حق بھی ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ انہیں احسانات میں سے بڑی محبت سے ان کو پالا ہوا ہوتا ہے، بڑی

محبت سے اس کو سکھایا، پڑھایا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے پیشاب و پاخانہ کو بلا کراہت دھویا ہوا ہوتا ہے۔ اس کی جوانی بھی ان ہی کی دین ہے۔ اس کی بقا بھی انہی کے احسانات کا نتیجہ ہے۔

اولاد کو سمجھنا چاہیے کہ ماں باپ کی رضامندی میں ہی ان کی آخرت کی کامیابی مضمر ہے۔ ناراض ہیں تو سمجھنا چاہیے کہ دنیا و آخرت کے دونوں جہاں اس کے برباد ہیں۔ ان پر غصہ کرنا مطلب اللہ رب العزت کی ناراضگی کو دعوت دینا ہے۔ اولاد کو چاہیے کہ اپنے والدین کو خوش اور راضی رکھنے کی کوشش کرے۔ ان کی رضا میں اپنے لیے برکتیں سمجھے، اپنی زندگی اور عمر کے آخری ایام میں سکون چاہیے تو والدین کو سکون مہیا کریں تو انشاءاللہ خود کو بھی سکون اور چین نصیب ہوگا۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ جس نے والدین کو ناراض کیا، ان کے ساتھ بدسلوکی کی، ان کے حقوق کو پامال کیا اور بے ادب رہا، اس کو دونوں جہانوں میں رسوائی ہی ملی۔ اس کا سکون برباد ہوا، ہمیشہ جلتے اور کڑتے دیکھا، بے آرام رہا۔ اولاد کو چاہیے کہ جب والدین اس کے مال سے کچھ بھی لیں تو وہ اس بات پر اپنی خوشی اور مسرت کا اظہار کرے۔ والدین کو عرض کرے کہ ابا جان یا امی جان آپ جو کچھ بھی ہمارے مال سے لیں گے یہ ہمارے لیے باعث برکت ہوگا، ہمارے لئے سعادت کی بات ہوگی، ہم کو خوش نصیبی حاصل ہوگی، ہم قسمت والے ہوں گے کہ ہمارے مال سے ہمارے ابو جان کچھ لے رہے ہیں اور ہمارا مال آپ کے کچھ کام آیا، ویسے بھی ہمارا یہ سارا مال، جسم اور جان بھی تو آپ ہی کی ہے۔ ہم آپ ہی کے غلام ہیں۔ آپ کی خدمت کرنے سے ہم کو خوشی ملتی ہے۔ ہمارے لئے فخر کا مقام ہوگا کہ ہم آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کریں۔

اولاد ساری زندگی اپنے والدین کی غلامی کرتی رہے، ہر حکم میں ان کی اطاعت کرتی رہے، ان کے آگے اف تک نہ کرے، پورا کا پورا خود کو ان کی غلامی کے لیے وقف بھی کر دے تو بھی ان کا حق پورا ادا نہیں کر سکتی۔[22]

والدین اولاد کے سامنے جب سکھانے کی بات آتی ہے تو اچھے دوست کی طرح بن جاتے ہیں اور بہترین استاد کی طرح سکھاتے ہیں، سمجھانے کی بات ہو تو بڑے محسن بن جاتے ہیں، جب حفاظت کی بات ہو تو سب سے بڑے طاقتور محافظ اور باڈی گارڈ بن جاتے ہیں، جب کھیلنے کی باری ہو تو بچے بن جاتے ہیں، ہر بار اپنی اولاد سے ہارنے میں اپنی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اولاد کی کامیابی و کامرانی کے لیے ان کی زبان پر ہر وقت دعا رہتی ہے۔ خود کیسے بھی ہوں گے مگر اولاد کو اچھا اور نیک بنانے کی کوشش ہے کرتے ہیں۔ اپنی اولاد کو ہر وقت صاف رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا بناؤ سنگھار بڑی خوشی سے کرتے ہیں۔ اس کی تمناؤں پر بڑی کٹھن محنت کرتے ہیں۔ اس کو آرام و سکون دینے کے لیے ہر وقت کوشش کرتے رہتے ہیں۔

والدین اولاد کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دیتے ہیں۔ والدین اولاد کی امیدیں اور تمنائیں پوری کرنے کے لیے اپنی جان تک داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ ہر انسان کے سب سے بڑے محسن والدین ہی ہوتے ہیں، مگر آج کے معاشرے کے حساب سے ہماری نوجوان نسل اپنے ان محسنوں کو بھلا بیٹھی ہے۔ آج کی نسل کو سوشل میڈیا اور پرنٹ میڈیا سے فرصت ہی نہیں ملتی چہ جائے کہ وہ اپنے والدین کی طرف توجہ دے سکے یا ان کی خدمت کر سکے۔ اولاد کو بھی یہ سوچنا چاہیے کہ کل یہی وقت ان پر بھی آنا ہے اور انہی پر وہی کچھ بیتے گی جو

آج ان کے والدین پر بیت رہی ہے۔ تو اگر اپنا کل محفوظ کرنا ہے تو اپنے والدین کا آج محفوظ کر لیں۔ کیوں کہ اولاد اور والدین کے درمیان کا معاملا ایسا ہے جیسے جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ آج جس طرح کا عمل اور سلوک ہم اپنے والدین کے ساتھ کریں گے تو کل ہمارے ساتھ بھی ہماری اولاد ویسا ہی سلوک کرے گی۔

انسان کی پیدائش میں اہم کردار اس کے اپنے والدین کا ہوتا ہے۔ والدین انسان کی پیدائش سے لے کر اس کی پرورش تک کے سارے عرصے کے سب سے بڑے محافظ اور پرورش کرنے والے ہوتے ہیں۔ والدین اولاد کی خاطر اپنی خواہشات کو قربان کر لیتے ہیں۔ ان کی دنیا اور کل کائنات ان کی اولاد ہی ہو جاتی ہے۔ اولاد کو بھی چاہیے کہ جب ان کو سہارے کی ضرورت ہو تو ان کا سہارا بنے اور جب ان کو خدمت کی ضرورت ہو تو خوب دل سے ان کی خدمت کرے۔ اللہ نے اس کا حکم اپنے قرآن مجید میں دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی بہت سی احادیث میں اس کی ترغیب دی ہے۔ اچھا سلوک کرنا اور ان کی نافرمانی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ اگر ماں باپ کافر بھی ہوں تو بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا انسان پر فرض ہوتا ہے۔ والدین کی نافرمانی کو کبیرہ گناہوں میں شامل کیا گیا ہے۔ مطلب کے والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے۔

والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، ان کی خدمت کرنا، جائز کاموں میں ان کی اطاعت کرنا اور ان سے بھلائی کا معاملہ کرنا افضل ترین کاموں میں شامل ہے۔ والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر یا ان کو ناراض کر کے جہاد جیسے اعلی فریضے کو ادا کرنے سے بھی روکا گیا ہے۔ پہلے ماں باپ کو خوش کرو راضی کرو پھر جہاد پر جاؤ۔ جیسے

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ ، وَمَنْعًا وَهَاتِ ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ ۔[23]

ترجمہ: ” حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالی نے تم لوگوں پر ماں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا ہے اور والدین کے حقوق کو ادا نہ کرنا اور ان سے ناحق مطالبات کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے اور بچیوں کو زندہ در گور کرنا بھی حرام قرار دیا ہے اور اللہ نے فضول باتوں اور سوالات کی کثرت اور مال وملکیت کی بربادی کو بھی ناپسند کیا ہے“۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ قُلْنَا : بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ : الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ۔[24]

ترجمہ: ”حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑا گناہ نا بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا کہ کیوں نہیں، ضرور بتایئے۔ آپ ﷺ فرمانے لگے کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا“۔

اس حدیث مبارک میں والدین کی نافرمانی کو کبائر میں شمار کیا گیا ہے۔ جس طرح شرک اسلام میں ایک قبیح اور حرام عمل ہے بالکل اسی طرح والدین کی نافرمانی بھی ایک قابل مذمت اور حرام عمل ہے۔

اسی طرح صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں جب رسول اللہ ﷺ نے کبائر کا ذکر فرمایا تو اس میں شرک، ناحق قتل، والدین کی نافرمانی، جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کو کبائر میں شمار کیا۔

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ : الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا، وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ، ثُمَّ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔[25]

ترجمہ: ''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل سب سے زیادہ افضل ہے؟ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا اور والدین کے ساتھ بھلائی اور نیکی سے پیش آنا اور پھر اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرنا''۔

أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: أَقْبَلَ رَجُلٌ إِلَى نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ، أَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللهِ، قَالَ: فَهَلْ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ، بَلْ كِلَاهُمَا، قَالَ: فَتَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَارْجِعْ إِلَى وَالِدَيْكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا۔[26]

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ: میں آپ ﷺ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اس کا اجر اللہ تعالی سے طلب کرتا ہوں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ اس نے جواب دیا جی ہاں، بلکہ دونوں زندہ ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ سے اس کا اجر مانگتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا تو جاؤ اور اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور ان کے ساتھ رہو''۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ، كَانَ لَهُ حِمَارٌ يَتَرَوَّحُ عَلَيْهِ، إِذَا مَلَّ رُكُوبَ الرَّاحِلَةِ وَعِمَامَةٌ يَشُدُّ بِهَا رَأْسَهُ، فَبَيْنَا هُوَ يَوْمًا عَلَى ذَلِكَ الْحِمَارِ، إِذْ مَرَّ بِهِ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: أَلَسْتَ ابْنَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ، قَالَ: بَلَى، فَأَعْطَاهُ الْحِمَارَ، وَقَالَ: ارْكَبْ هَذَا وَالْعِمَامَةَ، قَالَ: اشْدُدْ بِهَا رَأْسَكَ، فَقَالَ لَهُ: بَعْضُ أَصْحَابِهِ غَفَرَ اللهُ لَكَ أَعْطَيْتَ هَذَا الْأَعْرَابِيَّ حِمَارًا كُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَيْهِ، وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَأْسَكَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: :إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ وَإِنَّ أَبَاهُ كَانَ صَدِيقًا لِعُمَرَ۔[27]

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن دینار نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ کے لئے نکلے تو ان کے پاس اونٹ کی سواری تھی۔ جب اس سے تھک جاتے تو ان کا گدھا بھی ساتھ ہی ہوتا تھا جس پر وہ آسانی کے لیے سوار ہو جایا کرتے تھے۔ ان کے پاس ایک عمامہ ہوا کرتا تھا جس کو اپنے سر پر باندھتے تھے۔ ایک دن آپ گدھے پر سوار تھے کہ ایک بدوی شخص قریب سے گزر رہا تھا۔ آپ نے اس کو سلام کیا اور پوچھا کہ آپ فلاں بن فلاں کے بیٹے ہو؟ اس نے کہا کہ جی، اسی کا بیٹا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنا گدھا اس کو دے دیا اور فرمایا کہ اس پر سوار ہو جاؤ اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر وہ بھی اس کو دے دیا اور فرمایا کہ اسے سر پر باندھ لو۔ یہ دیکھ کر کسی ساتھی نے آپ سے کہا اللہ آپ کی مغفرت فرمائے! آپ نے اپنا گدھا بھی اس بدو کو دے دیا، جس پر آپ اپنی تکان اتارنے کے لیے سواری کیا کرتے تھے اور اپنا عمامہ بھی دے دیا، جو آپ اپنے سر پر باندھے تھے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ اپنے والدین کے ساتھ بہترین سلوک میں سے یہ بھی ہے کہ جب اس کا والد وفات کر جائے تو اپنے والد کے ساتھ محبت اور احترام کا رشتہ رکھنے والے آدمی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اس بدوی شخص کا والد میرے والد

محترم (حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ) کا دوست تھا"۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي جِئْتُ أُرِيدُ الْجِهَادَ مَعَكَ أَبْتَغِي وَجْهَ اللَّهِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَقَدْ أَتَيْتُ وَإِنَّ وَالِدَيَّ لَيَبْكِيَانِ، قَالَ: فَارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا[28]۔

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا کہ میں آپ کے ساتھ جہاد کرنے کے ارادے سے آیا ہوں۔ اس سے میرا مقصد اللہ تعالی کی رضا اور آخرت کا ثواب حاصل کرنا ہے لیکن میں اپنے والدین کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ رو رہے تھے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ ان کے پاس لوٹ جاؤ اور جس طرح تم نے ان لوگوں کو رلایا ہے اسی طرح جا کر ہنساؤ"۔

ماں باپ دونوں کی خدمت کر کے انسان جنت کو پالیتا ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جس کی بدولت جنت کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔ ان کی نافرمانی انسان کو جہنم میں دھکیل دیتی ہے۔ اس لیے حدیث میں فرمایا گیا:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلَى وَلَدِهِمَا؟ قَالَ: هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ۔[29]

ترجمہ: "ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اولاد پر اپنے والدین کا کیا حق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دونوں تیرے لئے جنت اور جہنم ہیں"۔

اگر ماں باپ یہ دنیا چھوڑ چکے ہیں تو بھی ان کے حقوق کو بجالا کر انسان کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ اپنی عاقبت سنوار سکتا ہے۔ اگر ماں باپ کی زندگی میں کسی انسان سے لاپرواہی میں ان کی نافرمانی ہو چکی ہو یا ان اس کو خدمت کرنے کا موقعہ نہ مل سکا ہو تو ان کی وفات کے بعد کے حقوق ادا کرنے سے اللہ رب العزت انسان کو ماں باپ کے اطاعت گذار بندوں میں لکھ دیتا ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَسِيدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عُبَيْدٍمَوْلَى بَنِي سَاعِدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَبَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمَا، قَالَ: نَعَمْ، الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِيفَاءٌ بِعُهُودِهِمَا مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا۔[30]

ترجمہ: "حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس موجود تھے۔ اتنے میں بنو سلمہ قبیلے کا ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا، اے اللہ کے رسول! میرے والد کی وفات کے بعد کیا اس کی نیکیوں میں سے کوئی نیکی ایسی باقی ہے جو میں ان کے لئے کر سکوں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اپنے والدین کے لئے دعا اور استغفار کرو اور ان کی وفات کے بعد ان کے وعدوں کو پورا کرو اور ان کے دوستوں کی عزت و اکرام کرو اور ان رشتوں کو جوڑو جن کا تعلق ان کی وجہ سے ہے"۔

انسان جب اپنے والدین کی خدمت کرتا ہے، ان سے بھلائی کرتا ہے تو اس کی عمر اور رزق میں بھی اللہ رب العزت برکت ڈال دیتا ہے[31]۔ یہ نتیجہ ہے ماں باپ سے صلہ رحمی اور حسن سلوک کا۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليہ وآلہ وسلم : مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُمَدَّ لَہٗ فِیْ

عُمْرِہِ، وَاَنْ یُزَادَ لَہُ فِیْ رِزْقِہِ، فَلْیَبَرَّ وَالِدَیْہِ، وَلْیَصِلْ رَحِمَہُ۔[32]

ترجمہ: ’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس آدمی کو یہ پسند ہو کہ اس کی عمر بڑھا دی جائے اور اس کا رزق بھی کشادہ کیا جائے تو وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے اور صلہ رحمی کرے‘‘۔

مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَوْصَاہُ بِعَشْرِ کَلِمَاتٍ (مِنْھَا) (وَلا تَعُقَّنَّ وَالِدَیْکَ وَاِنْ اَمَرَاکَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَھْلِکَ وَمَالِکَ۔)[33]

ترجمہ: ’’حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ان کو دس کلمات کی وصیت کی۔ ان کلمات میں سے ایک وصیت یہ بھی تھی، اور تم نے ہر گز اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کرنی، اگرچہ وہ تم کو اپنے اہل اور مال سے دور ہونے کا حکم دیں‘‘۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : ثَلَاثٌ مُسْتَجَابٌ لَھُمْ دَعْوَتُھُمُ الْمُسَافِرُ، وَالْوَالِدُ، وَالْمَظْلُوْمُ۔[34]

ترجمہ: ’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین افراد کی دعا قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ ان میں سے ایک مسافر ہے دوسرا والدین ہیں تیسرا مظلوم ہے‘‘۔

عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ عَاقٌّ، وَلَامُدْمِنُ خَمْرٍ، وَلَا مُکَذِّبٌ بِقَدَرٍ۔[35]

ترجمہ: ’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ والدین کا نافرمان، ہمیشہ شراب پینے والا اور تقدیر کو جھٹلانے والا کبھی بھی جنت میں داخل نہ ہوگا‘‘۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْكَبَائِرُ الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِينِ الْغَمُوس۔[36]

ترجمہ: ’’رسول اللہ نے فرمایا: اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی نفس کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ میں سے ہیں‘‘۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ يُرْفَعُ الْحَدِيثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهُ وَكُتِبَ بَرًّا۔[37]

ترجمہ: ’’نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی بھی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کرتا ہے تو اسے بخش دیا جاتا ہے اور اس کو والدین کی اطاعت کرنے والا لکھا جاتا ہے‘‘۔

قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذَلِكَ الْبَابَ أَوِ احْفَظْهُ ۔ [38]

ترجمہ: ’’حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے، اگر تم چاہو تو اس دروازے کو ضائع کرو اور چاہو تو اس کی حفاظت کرو‘‘۔

ماں باپ اللہ رب العزت کی رحمت کا سایہ ہوتے ہیں۔ ہم لوگوں کے اندر ایک خامی کافی کثرت سے پائی جاتی ہے، وہ یہ کہ جو نعمت بلکہ نعمت عظمیٰ بھی ہمارے پاس موجود ہوتی ہے تو اس کی ویسی قدر نہیں کرتے جیسی کرنی چاہیے۔ ہماری آنکھیں تو کھلتی ہی اس وقت ہیں جب ہم اس نعمت سے محروم ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس طرح والدین جیسی نعمت بھی ایک محدود مدت تک ہمارے پاس مہمان

ہوتی ہے۔ ہم کو ان کی زندگی میں اس نعمت کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا بھی ہے تو وہ بہت کم ہوتا ہے۔ یہ مہمان جب ہم سے رخصت ہو جاتے ہیں تو پھر ہم کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ہمارے پاس کتنی بڑی نعمت تھی جس کو ہم کھو چکے ہیں۔ ہم اتنی بڑی رحمت سے محروم ہو چکے ہیں، بعد میں پچھتاوا ہوتا ہے۔ جب ماں باپ بچھڑ جاتے ہیں تو بڑا دکھ دیتے ہیں۔ ان کی جب یاد آتی ہے تو نہ چاہتے ہوئے بھی دل روتا ہے اور آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ زندگی کا کوئی بھی موڑ ہو، عمر کتنی ہی بڑھ جائے مگر پھر بھی والدین کی کمی بڑی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ ہم نے بڑی بڑی عمر کے بوڑھے حضرات کو اپنے والدین کو یاد کرتے ہوئے اور بچوں کی طرح بلکتے ہوئے روتے دیکھا ہے۔ ماں باپ کی اہمیت اور ان کی شفقت سے محرومی جو درد دیتی ہے اس کا اندازہ صرف وہی کر سکتے ہیں جو اس نعمت سے محروم ہو چکا ہیں۔ جن کے والدین زندہ ہیں وہ بڑے خوش نصیب ہیں۔ ان کے پاس دعائیں لینے اور برکتیں سمیٹنے کا وقت ہے۔ ان کو اس رحمت کے ابرہ سے اپنی گود بھر لینی چاہیے۔ جب وقت ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو رونا ہی نصیب ہوتا ہے۔ اگر والدین زندہ ہیں تو خوب جی لگا کر ان کی خدمت کی جائے، ان کے آرام و سکون کا باعث بننا چاہیے، ان سے نہایت احترام سے پیش آیا جائے۔ ان کے سامنے بچھ جانا چاہیے۔ جو اس نعمت سے محروم ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے دوستوں اور رشتہ داروں کو جوڑ کر ان کو خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ ان کی خدمت کرنی چاہیے۔ والدین کے لئے ایصال ثواب کریں، والدین کے لئے نوافل پڑھیں، نفلی روزے رکھیں۔ ایسے اعمال کریں جو ان کو نفع دے سکیں۔ ان کے لئے بخشش اور مغفرت کی دعائیں مانگنی چاہئیں۔ ان کے حقوق جو ان کے بچھڑ جانے کے بعد کے ہم کو ہمارے آقا نے سکھائے ہیں یا بتائے ہیں ان پر عمل پیرا رہ کر اپنی دنیا اور آخرت کو سنوارنا چاہیے۔

نتائج

1۔ انسان کے سب سے بڑے محافظ اور محسن اس کے اپنے والدین ہی ہوا کرتے ہیں، لہٰذا جب ان محسنوں کو ضرورت ہو تو اولاد کو خوشی خوشی اپنے اس فرض کو ادا کرنا چاہیے۔

2۔ والدین اللہ رب العزت کی رحمت کا سایہ ہوتے ہیں۔ جتنا ہو سکے ان کی خدمت کر کے ان سے دعائیں لینے کی کوشش کی جائے۔ والدین کے احسانات کا بدلہ چکایا نہیں جا سکتا مگر پھر بھی اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کر کے ان کی خدمت کی جائے اور ان کے احسانات کو یاد کیا جائے۔

3۔ والدین سے ہر حال میں حسن سلوک کیا جائے۔ زندگی میں بھی ان کے حقوق ادا کیے جائیں اور ان کے وصال کے بعد بھی ان کے حقوق کا خیال کیا جائے۔

4۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں واضح طور پر فرما دیا ہے کہ حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد میں سے سب سے اعلیٰ درجہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا ایک بہترین عمل ہے۔ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا قرآن مجید کے نص سے انسان پر فرض ہے۔ لہذا اس فرض میں کوتاہی کا انجام بہت برا ہے اس لئے سب کو اس کی طرف توجہ دینی

چاہیے۔

سفارشات

1۔ والدین کے حقوق پر علماء کرام کے کافی بیانات موجود ہیں اور والدین کے حقوق پر بہت سی کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ ان کتابوں کو عام کیا جائے تاکہ ہر انسان ان کو پڑھ کر اپنا جذبہ تازہ کرے اور اپنے والدین کے احسانات کو یاد کر کے اپنی کمی کوتاہیوں سے باز آجائے۔

2۔ ہمارے درسی کتب میں والدین کے حقوق پر مشتمل ایک سبق شامل کیا جائے۔ والدین کے حقوق پر قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کو لکھا جائے۔ تاکہ ہماری نوجوان نسل جو آج کل سوشل میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا میں مستغرق ہے وہ بھی کچھ سبق حاصل کر سکے۔

3۔ والدین کے حقوق پر مشتمل کوئی اچھے اور مستند پینا فلیکس بنوا کر اہم مقامات اور تعلیمی اداروں میں آویزاں کئے جائیں تاکہ یہ پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکے۔

---

[1] ۔ سورۃ التین 95، آیت 4۔

[2] ۔ منظور یوسف، مولانا، والدین کے حقوق، ص 4، مکتبہ فکرِ آخرت، کراچی، 2011۔

[3] ۔ عمران اشرف، عثمانی، مولانا، اولاد کی تعلیم وتربیت میں والدین کا کردار، ص 6، بیت العلوم، لاہور

[4] ۔ سورۃ الیوسف 12، آیت 8۔

[5] ۔ سورۃ بنی اسرائیل 17، آیت 23، 24۔

[6] ۔ سورۃ النساء 4، آیت 1۔

[7] ۔ ایضاً آیت 23۔

[8] ۔ سورۃ النساء 4، آیت 36۔

[9] ۔ سورۃ اللقمان 31، آیت 14۔

[10] ۔ محمد طاہر، قادری، ڈاکٹر، حقوق الوالدین، اشاعت دہم، ص 39، منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور، 2008۔

[11] ۔ سورۃ اللقمان 31، آیت 14۔

[12] ۔ ایضاً

[13] ۔ سورۃ الاحقاف 46، آیت 15۔

[14] ۔ خطیب تبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکوۃ المصابیح، جلد سوئم، باب حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنے کا بیان، حدیث نمبر 4911۔

[15] ۔ ابو یعلیٰ، احمد بن علی بن مثنیٰ، مسند ابو یعلی، حدیث 2760۔

[16] ۔ ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن ابراہیم بن عثمان، ابو بکر، کوفی، المصنف ابن ابی شیبہ، حدیث 33460۔

17۔ ابو حاتم، محمد بن حبان، الصحیح، حدیث 907۔

18۔ جاوید اقبال، سیالکوٹی، والدین اور اولاد کے حقوق، ص 46، مکتبہ اسلامیہ، لاہور 2011۔

19۔ ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، جلد دوم، باب باپ لڑکے سے کہے کہ اپنی بوی کو طلاق دے دو تو کیا کرے؟ حدیث نمبر 189۔

20۔ غلام سرور، ڈاکٹر، مفتی، قادری، حقوق الوالدین، ص 182، دار الاسلام، لاہور 2012۔

21۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ، محمد بن یزید، قزوینی، سنن ابن ماجہ، جلد سوم، باب اولاد کے مال میں والدین کے حقوق کا بیان، حدیث نمبر 2292۔

22۔ جاوید اقبال، سیالکوٹی، والدین اور اولاد کے حقوق، ص 31، مکتبہ اسلامیہ، لاہور 2011۔

23۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، امام، صحیح بخاری، باب والدین کی نافرمانی بہت ہی بڑے گناہ میں سے ہے، حدیث نمبر 5975۔

24۔ ایضاً حدیث نمبر 5976۔

25۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، امام، صحیح بخاری، باب نبی کریم نے نماز کو عمل کہا، حدیث نمبر 7534۔

26۔ مسلم، ابن الحجاج قشیری، امام، نیشاپوری، صحیح مسلم، باب والدین سے حسن سلوک اور ان دونوں میں سے اس کا زیادہ حقدار کون ہے؟ حدیث نمبر 6507۔

27۔ مسلم، ابن الحجاج قشیری، امام، نیشاپوری، صحیح مسلم، باب ماں باپ کے دوستوں اور ان جیسی حیثیت رکھنے والوں کے ساتھ نیک سلوک کی فضیلت، حدیث نمبر 6515۔

28۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ، محمد بن یزید، قزوینی، سنن ابن ماجہ، جلد چہارم، باب ماں باپ کی زندگی میں جہاد کرنے کا حکم، حدیث نمبر 2782۔

29۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ، محمد بن یزید، قزوینی، سنن ابن ماجہ، جلد چہارم، باب ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا بیان، حدیث نمبر 3662۔

30۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ، محمد بن یزید، قزوینی، سنن ابن ماجہ، جلد پنجم، باب جس سے تمہارا باپ اچھا سلوک کرتا ہو، تم بھی اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، حدیث نمبر 3664۔

31۔ صلاح الدین یوسف، حافظ، حقوق الوالدین، ص 18، دار السلام، لاہور، 1426ھ۔

32۔ احمد بن حنبل، امام، مسند احمد، والدین کے ساتھ نیکی کرنے، ان کے حقوق اور ان امور کی ترغیب دلانے کا بیان، حدیث نمبر 8989۔

33۔ ایضاً حدیث نمبر 8991۔

34۔ احمد بن حنبل، امام، مسند احمد، باب عدد سے شروع ہونے والی ثلاثیات کا بیان، حدیث نمبر 9594۔

35۔ احمد بن حنبل، امام، مسند احمد، باب والدین کی نافرمانی سے ترہیب کا بیان، حدیث نمبر 9687۔

36۔ 1۔ خطیب تبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکوۃ المصابیح، جلد اول، کبیرہ گناہ اور نفاق کی علامتوں کا بیان، حدیث نمبر 50۔

2۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، امام، صحیح بخاری، قسموں کا بیان، حدیث نمبر 6675۔

37۔ خطیب تبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکوۃ المصابیح، جلد 1، قبروں کی زیارت کا بیان، حدیث نمبر 1768۔

38۔ ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، جلد دوم، باب ماں باپ کی رضامندی کی فضیلت کا بیان، حدیث نمبر 1899۔